حقیقتِ نفاق

منافقین کی صفات اور انکی اقسام

(۶)

ازجناب مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی

ان کی اُخروی زندگی کا حشر تو آپ سن چکے۔ آیئے اب اس امر پر غور کریں کہ امت اسلامیہ کو ان منافقوں کے ساتھ دنیا میں کس طرح پیش آنا چاہیے؟ ان کے ساتھ اس کے سیاسی، معاشرتی اور عمرانی تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ تو جیسا عرض کیا جاچکا ہے، اُخروی احکام کی طرح دینوی احکام کے لحاظ سے بھی دونوں طبقوں کی نوعیت جداگانہ ہے۔

پہلے طبقہ کے بارے میں قرآن مجید کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ مومن تو اللہ کی پارٹی ہیں لیکن یہ منافق شیطان کی پارٹی ہیں أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ (مجادلہ-۳) اس لیے خواہ یہ لاکھ اظہار ایمان کریں، امت اسلامیہ — یعنی حزب اللہ — سے ان کا کوئی رابطہ نہیں، یہ کبھی بھی ملت میں شمار نہ کیے جائیں:

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ۔ (توبہ)

اور یہ منافق قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تمہاری جماعت میں ہیں حالانکہ وہ تم میں نہیں ہیں۔

بلکہ:-

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ۔ (منافقون-۱)

یہ منافق تمہارے دشمن ہیں، ان سے خبردار رہو۔

کیونکہ دشمن سے کبھی بھی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ بالخصوص ایسا دشمن جو دوست نما ہو۔ اس کی خطرناکیوں کا پوچھنا ہی کیا۔ ایسے دشمنوں سے کھلے دشمنوں (کفار) کی بہ نسبت دو چند خبردار اور متنبہ رہنے کی ضرورت ہے۔ پھر اس "فَاحْذَرْهُمْ" کی عملی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ:-

فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ اَوْلِيَاءَ — توان منافقوں میں سے اپنے دلی اور دوست

...... وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا — نہ بناؤ.......... اور ان میں سے کسی کو اپنا

وَّلَا نَصِيرًا (النساء - ۱۲) — دوست سمجھو اور نہ مددگار۔

یعنی ان لوگوں سے کامل علیحدگی اختیار کرلینی چاہیے۔ انھیں اپنے معاشرتی، انتظامی، تعلیمی، اور سیاسی معاملات سے بالکل دور رکھنا چاہیے اور ان کا مکمل بائیکاٹ کرکے اپنی جماعت سے الگ کردینا چاہیے اس بائیکاٹ میں کسی مداہنت کو راہ نہیں دی جاسکتی۔ خصوصاً سیاسی معاملات میں نہ توان سے کوئی مشورہ لیا جاسکتا ہے، نہ اپنے رموزِ ملت و مملکت سے انھیں آگاہ کیا جاسکتا ہے۔ اور کسی معاملہ میں ان حضرات کی قیادت و رہنمائی قبول کرنے کا تو تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کو بار بار متنبہ کرتا ہے کہ:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا — اے نبی! اللہ سے ڈرو اور ان کافروں

تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ ۞ — اور منافقوں کی کسی بات کی پیروی نہ کرو۔
(احزاب - ۱)

جب ایک مرتبہ کسی آزمائش میں ان کی منافقت، موقع پرستی اور سیہ باطنی بے نقاب ہوجائے تو حتی الوسع انھیں کسی جہاد میں عام مسلمانوں کے ساتھ نہ شریک کیا جائے، کیونکہ اگرچہ ان کی شرکت سے بظاہر مسلمانوں کی جمعیت بھاری اور ان کی قوت زیادہ نظر آئے گی لیکن دراصل ان کی شرکت مفادِ اسلامی کے حق میں زہر ہوگی۔ اسلیے کہ وہ میدان جہاد میں بھی اپنی شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں سے باز نہ آئینگے اور اسلامی جماعت کی کمزوری اور پراگندگی ہی کا سبب بنینگے۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ (توبہ - ۷) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے بارے میں، جو غزوہ تبوک کے آلام و مصائب کا اندازہ کر کے گھر بیٹھ رہے تھے، حکم صادر کیا کہ :

"اے نبی اگر اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ و سلامت ان منافقوں کے کسی گروہ میں واپس لے جائے اور یہ آئندہ کسی موقع پر جنگ کے لیے نکلنے کی اجازت مانگیں تو ان سے کہنا کہ تم میرے ساتھ کبھی بھی جنگ کے لیے نہ چلنے پاؤ گے اور نہ میرے ہمراہ کسی دشمن سے لڑنے پاؤ گے۔ تم نے پہلی مرتبہ (میرے ہمراہ جنگ کے لیے چلنے کے بجائے) گھر بیٹھ رہنے کو پسند کیا تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ (توبہ - ۱۱)

اور یہ حکم اس وقت اور موکد اور ضروری ہو جاتا ہے جب مقابلہ آسان ہو، تکالیف کا اندیشہ کم ہو اور نتیجۂ جنگ کے طور پر بہت کچھ فوائد حاصل ہونے کی توقع ہو۔ ایسے وقت میں منافق بڑی جانفروشی کا اظہار کرتا ہے، سراپا پیکرِ اخلاص بن جاتا ہے اور جنگ میں سب سے آگے آگے چلنے کی سعی کرتا ہے ـــــ حالانکہ یہی ایمان کا جھوٹا مدعی کڑی آزمائشوں اور سخت قربانیوں کے وقت، اس سے پہلے، ہزاروں حیلے بہانے کر کے گوشۂ عافیت میں روپوش ہو چکا ہوتا ہے ـــــ سو امام وقت کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کو ہرگز ساتھ نہ چلنے دے، جیسا کہ سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حکم دیدیا تھا کہ خیبر کی سہل الحصول غنائم کے لیے جب تم نکلنا تو ان لوگوں کو ہرگز ساتھ نہ لے جانا (قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا) خواہ وہ اپنی اسلامیت کا لاکھ مظاہرہ کریں۔ ہاں اگر حقیقت میں ان کے دل بدل جائیں اور وہ واقعی اپنے کو مخلص ثابت کرنا چاہتے ہوں اور اپنے اندر ایمانی قوت پیدا کر کے اسلام پر جان نثار کرنے کے آرزومند ہوں اور محض فائدے کے لیے جنگ میں نہ جانا چاہتے

ہوں تو ان سے کہنا چاہیے کہ ابھی تو خاموش بیٹھو، تمہارے گذشتہ اعمال و اطوار تمہاری منافقت اور بزدلی کا فیصلہ دے چکے ہیں۔ اگر تم اس فیصلہ کو منسوخ کرانا اور اپنی سابق روش سے تائب ہو کر اپنے کمال ایمان اور خلوص اسلام کا ثبوت پیش کرنا اور اپنی پیشانی سے جبین نفاق کا کلنگ مٹانا چاہتے ہو تو انتظار کرو ایک ویسی ہی سخت اور کڑی آزمائش کا جو عنقریب ایک قوی دشمن کے ساتھ مقابلہ کی شکل میں پیش آنے والی ہے۔ کیونکہ حقیقت تو اسی وقت واضح ہوگی اِس وقت، جبکہ قربانیوں کا اندیشہ کم اور متاع دنیوی کے حصول کا قرینہ غالب ہے، تمہاری صحیح جانچ کا کوئی موقع نہیں۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (فتح - ۲)

پھر ان سے الگ تھلگ رہنے میں اتنی شدید احتیاط برتنی چاہیے کہ اگر کبھی ان کی طرف سے بظاہر کسی نیک کام کی تحریک ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس سے بھی تعاون نہ کیا جائے۔ اور اگر اس "نیک" تحریک کی تہ میں کوئی شیطنت جھلکتی نظر آجائے تب تو اس کی تمام تر ظاہری خوبیوں اور چمک دمک کے باوجود اس کی علی الاعلان سخت مخالفت کرنی چاہیے۔ دیکھیے مسجد کی حرمت مسلمان کی نگاہ میں کتنی زیادہ ہے اور اس کو بنانے اور آباد کرنے کی سعی کتنی مشکور اور محمود۔ مگر جب شیطان کے ایجنٹوں نے اسی مقدس اور محترم شئے کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہا اور نیکی و احسان کے بڑے بڑے دعووں کے ساتھ مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک اور مسجد بنا کر کھڑی کر دی (دعوی یہ تھا کہ کمزور اور بوڑھے مسلمانوں کو رات کے اندھیرے میں زیادہ دور نہ جانا پڑے حالانکہ نیت صرف یہ تھی کہ مسلمانوں کی جماعت میں جو اتحاد اور ائتلاف موجود ہے اسے انتشار سے بدل دیا جائے) تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مٹی

اور پتھر کی اس عمارت کو، جسے یہ منافق مسجد کہتے ہیں، نیکی کا مرکز نہ سمجھنا۔ یہ مسجد تو شر کا سرچشمہ ہے جسکی سوتیں عداوت حق کے جذبات سے پھوٹی ہیں، جسکی تعمیر غضب الٰہی کی سرزمین پر ہوئی ہے اور جس کا رُخ ٹھیک باب جہنم کی طرف ہے اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی .... اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ۔ (توبہ - ۱۳) اس لیے اس مسجد کے نام اور اس کے احترام و تقدس کے دھوکے میں نہ آؤ۔ تمہیں اس سے کسی قسم کا تعلق نہ ہونا چاہیے یہانتک کہ اس میں تم کو کھڑا بھی نہ ہونا چاہیے لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا۔

اس ترک موالات کی آخری حد یہ ہے کہ ایسے منافقوں کی نہ تو نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ (توبہ - ۱۱)

اور ان منافقوں میں سے اگر کوئی مرجائے تو کبھی اسکی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ اسکی قبر پر (دعائے مغفرت کرنے کیلیے) کھڑے ہو۔

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ ابن اُبَی جیسے منافق کی بھی آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اسی موقع پر یہ حکم آیا اور اس کے آنے کے بعد آپ نے کسی منافق کی نماز نہیں پڑھی۔

یہاں تک جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ ان تمام منافقین کے حق میں نافذ ہونگے جو اسلام اور کفر دونوں کی ماہیت سمجھنے کے بعد کفر کی پیروی اختیار کریں اور خفیہ یا علانیہ اسلام کے مقابلہ میں کفر کو تقویت دیں، اور اس کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے رہیں لیکن اس مقام سے آگے بڑھنے پر ایک سوال اور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس عدم موالات کے باوجود بحیثیت ایک جماعت کے ان کے ساتھ ملت اسلامیہ کا سیاسی برتاؤ کس طرح کا ہوگا۔

کیا محض ان سے الگ تھلگ ہو رہنے اور انھیں اپنی جماعت سے خارج کر دینے ہی پر اکتفا کیا جائے گا یا کوئی اثباتی طرزِ عمل بھی اختیار کیا جائیگا ؟ سو قرآنی احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لحاظ سے اس قسم کے منافقوں میں تفریق کی جائیگی - اگرچہ اپنی نفسانی خباثت اور اسلام دشمنی کے لحاظ سے تو یہ سب ایک ہی جماعت ہیں - لیکن جس طرح تمام کفار اپنے مشرکانہ عقائد اور کافرانہ اعمال کے لحاظ سے ایک ملت ہونے کے باوجود دو مختلف حیثیتیں رکھتے ہیں، یعنی بعض تو کھلے محارب قرار پاتے ہیں اور ان سے کسی قسم کا ربط و ضبط روا نہیں، اور بعض محارب اور مباح الدم نہیں ہوتے اور ان سے عام معاشرتی تعلقات رکھنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی اجازت ہے، اسی طرح ان درجۂ اول کے منافقین میں بھی فرق مراتب ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو اسلام دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے اور اپنی سرگرمیاں اسلام کی بیخ کنی کے لیے وقف کیے ہوئے ہوں اور دن رات مسلمانوں پر تباہی لانے کی گھات میں لگے رہتے ہوں اور کفر و کفار کی علی الاعلان وفادارانہ خدمات بجا لا رہے ہوں - ان کے متعلق شروع ہی میں اللہ تعالیٰ نے صرف یہ تنبیہ نازل کی تھی کہ :

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ	اگر یہ منافق اور وہ لوگ جنکے دلوں میں مرض ہے اور
فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ	مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے
لَنُغْرِیَنَّکَ بِہِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَا	تو اے پیغمبر ہم تمہیں انکے خلاف ایک دن بھڑکا دینگے پھر وہ مدینہ
اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا	میں تمہارے پڑوس میں چند دن سے زیادہ ٹھیرنے
وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا (الاحزاب - ۸)	نہیں پائینگے، ہر طرف سے ان پر پھٹکار پڑ رہی ہوگی

اور جہاں ملیں گے پکڑے جائینگے اور بری طرح قتل کیے جائینگے۔

کچھ مدت گذرنے پر یہ تنبیہ اور تہدید، جو مستقبل سے متعلق تھی، حالیہ احکام کی صورت

میں یوں نازل ہوئی :

فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۔ (النسآء - ۱۲)

اگر یہ فتنہ پرداز منافق تم سے کنارہ کش نہ رہیں، نہ تمہیں صلح و آشتی کا پیغام دیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو انھیں پکڑو اور قتل کرو، جہاں بھی ملیں۔ اور (منافقوں میں سے) یہی وہ گروہ ہے جس کے اوپر ہم نے تمہارے لیے کھلی حجت دے دی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا :

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۔

اے نبیؐ! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

(سورہ توبہ - ۱۱ - نیز سورۂ تحریم - ۲)

ان آیات میں منافقوں کی جو حیثیت بیان کی گئی ہے وہ ان کفار کی حیثیت سے ایک سر مو بھی مختلف نہیں ہے جو ملت اسلام کے خلاف برد آزما ہوں۔ پس ایک مسلمان کے لیے اس غیر مبہم فرمان الٰہی کی رو سے ضروری ہے کہ ہر اس شخص کے خلاف، جو معتبر قرائن کی بنا پر زیر بحث طبقۂ منافقین میں ہی شمار ہونے کے قابل ہو، اپنے سارے ذرائع سے اٹھ کھڑا ہو۔ امام جماعت پر فرض ہے کہ ان دجالوں کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ ان پر سخت سے سخت جارحانہ کارروائیوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع کر دے۔ انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے اور جماعت کو ایسے مہلک عناصر سے یکلخت پاک کر دے۔ اسی طرح عام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ان سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لیں۔ ان کے خلاف ہر ممکن ذریعۂ مجاہدہ اختیار کریں۔ ان کا سوسائٹی میں سانس لینا دوبھر کر دیں۔ خصوصاً جو بدقسمت مسلمان اپنا

کوئی سیاسی مرکز اجتماع اور اپنا کوئی امیر نہیں رکھتے وہ تو ان ترکیبوں پر شدت سے عمل پیرا ہوں کہ "جہاد" اور "غلظت" کا مفہوم صرف تلوار تک محدود نہیں ہے۔ لیکن اگر نام نہاد مسلمان اپنے وطنی، نسلی، خاندانی، معاشی اور معاشرتی تعلقات کے مصالح کا لحاظ کرکے، یا ان دشمنوں سے فائدے کی امیدیں رکھ کر، یا ان کی طاقت سے مرعوب ہو کر مداہنت کو راہ دیں، تو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کشتی کبھی بھی ساحل مراد پر نہیں پہنچ سکتی جس پر سوار ہونے والوں میں سے بعض لوگ اس میں سوراخ کر رہے ہوں اور دوسرے ان کا ہاتھ پکڑنے کے بجائے خاموشی سے طرح دیے جا رہے ہوں۔ رب العزت کی قسم ایسی کشتی ڈوب کر رہے گی اور صرف سوراخ کرنے والے ہی اس کے ساتھ نہ ڈوبیں گے بلکہ خاموشی سے تماشہ دیکھنے والے بھی موجوں کی نذر ہو جائینگے۔ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً۔

رہ گئے وہ منافق جو عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے تو اسلام سے پھرے ہوئے ہوں، اور جنہوں نے اسلام و کفر کے فرق کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد کفر ہی کی راہ اپنے لیے پسند کی ہو، مگر جو اسلام کے خلاف عملاً دشمنی نہ کرتے ہوں اور نہ اسلام کے دشمنوں کی اعانت کرتے ہوں، تو ان کے معاملہ میں اگرچہ بائیکاٹ اور عدم موالات کے ان تمام احکام پر عمل کیا جائیگا جن کا اوپر ذکر ہوا، لیکن انھیں محارب نہیں قرار دیا جائیگا اور نہ ان کے خلاف جہاد کیا جائیگا، جیسا کہ خود مذکورہ بالا آیات کے انداز بیان سے مستنبط ہوتا ہے۔ کیونکہ ان منافقوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم دیتے ہوئے اس شرط کا سب سے پہلے تذکرہ کر دیا گیا ہے کہ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (اگر یہ منافق اپنی سرگرمیوں سے باز نہ آئے) اور فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْا اَيْدِيَهُمْ (اگر یہ تمہاری مخالفت نہ چھوڑیں اور تم سے صلح کے طالب

نہ ہوں اور تمہارے مقابلہ سے اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں)۔ اس کے علاوہ ایک مستقل آیت میں اسی طرح کے منافقوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۔ (النساء - ۹)

یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کے (منافقانہ) اسرار کو اللہ ہی خوب جانتا ہے، پس اے پیغمبر ان سے کوئی تعرض نہ کرو، انہیں (انکے انجام سے ڈرا کر) نصیحتیں کرو اور دل نشین پیرایہ میں انھیں سمجھاؤ۔

تبلیغ حق اور تذکیر و ہدایت تو رحمۃ للعالمین کا واحد مشن تھا جسے آپؐ نے پتھروں کی بارش اور تلواروں کے سایہ میں بھی فراموش نہ کیا، اس لیے ان منافقوں کو بھی سچائی کی طرف بلانے پر آپ ہمہ وقت مامور تھے۔ لیکن اس وعظ و پند اور ان کی نفاق پرستی سے صرفِ نظر کر لینے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ کی حدود سے باہر ہیں یا لَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ کے حکم سے مستثنیٰ ہیں، یا لَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا ۔ کی عمومیت سے خارج ہیں۔ یہ ہیں تو بہرحال درجۂ اول کے منافق، لہٰذا سوشل بائیکاٹ کے احکام و ہدایات کے سلسلے میں تو یہ سرگرم عناد و قتال منافقوں کے ساتھ برابر کے رکھے جائینگے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ کی زد ان پر نہیں پڑتی۔ ورنہ باقی ہر حیثیت سے عام مسلمانوں کو اس قسم کے منافقوں سے عدم موالات کی اسی پالیسی پر عمل پیرا ہونا چاہیے جس کی توضیح سطور بالا میں کی جا چکی ہے۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو ــــ خدا کی سنت کے مطابق ــــ نفاق، کور باطنی اور بے ضمیری کا زنگ آہستہ آہستہ ان کے آئینۂ قلب پر بھی چڑھنے لگے گا اور ایک وقت آئیگا کہ ایمان کی ساری روشنی اس کے نیچے مستور ہو جائے گی۔

اس کے بعد دوسرے طبقہ کو لیجئے جو ضعفار اور جہلا پر مشتمل ہے۔ ان کے بارے میں قرآن زیادہ تفصیلات نہیں پیش کرتا۔ لیکن ایک جامع اصول اس نے ایسا بیان کر دیا ہے جو ہر تفصیل طلب امر کے سلسلے میں رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ جو لوگ ایمان کا دعوئی تو کرتے تھے لیکن ہجرت کی قربانی دینے کی تاب نہ لا سکے ان کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا	جو ایمان تو لائے لیکن انھوں نے ہجرت نہ کی ان کی
مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى	ولایت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ بھی تمہاری
يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ	طرح ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر دین کے معاملہ میں وہ تم
فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ	سے مدد کے طالب ہوں تو تم پر ان کی مدد فرض ہے بشرطیکہ
وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ط (انفال-۱۰)	مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہ ہو جس سے تمہارا کوئی معاہدہ ہو چکا ہو۔

اس آیت میں ان کی حیثیت بالکل بے نقاب کر دی گئی ہے۔ اس بارے میں تو وہ دوسرے پختہ کار منافقوں ہی کی سطح پر ہیں کہ مسلمانوں کے وہ اولیار نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس اشتراک لفظی کے اندر بھی اختلاف معنی کی جھلک موجود ہے اور آیت کے مختلف ٹکڑے صاف بتا رہے ہیں کہ اس عدم موالات میں اور اُس قطع تعلقات میں جس کا طبقۂ اولیٰ کے منافقوں کے بارے میں حکم ہوا ہے، بہت کافی فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ ملت اسلامیہ میں شمار نہیں ہونگے، بعینہٖ اس طرح جس طرح کہ طبقۂ اولیٰ کے منافقین ملت کے ارکان نہیں سمجھے جا سکتے۔ لیکن اس طبقہ منافقین کی طرح نہ تو ان پر سختی اور غلظت کی جائیگی نہ ان سے قتال کیا جائیگا نہ انھیں قتل اور گرفتار کیا جائیگا بلکہ اگر اُن کفار کے خلاف جنکے نرغہ میں وہ گھرے ہوئے ہوں، یہ امداد طلب کریں اور اس امداد کے ذریعہ حلقۂ کفر سے اپنے کو نجات دلانا اور حقیقی اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیے آزاد ماحول پیدا کرنا

چاہیں تو امت اسلامیہ پر ان کی اعانت فرض ہے، بشرطیکہ کافروں کی وہ قوم جس کے خلاف یہ ضعفاء ایمان اعانت مانگ رہے ہیں، ملت اسلامیہ کی معاہد قوم نہ ہو۔ اسی طرح عام انسانی سلوک اور حسن معاشرت کے لحاظ سے یہ لوگ بہت زیادہ توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں اور مسلمانوں کا اخلاقی فرض ہے کہ ان پاشکستہ اور کم ہمت انسانوں کو جو ایمان کی صبر آزما گھاٹیوں میں تھک کر بیٹھ جاتے ہیں، ہر ممکن سہارا دیں، انھیں ایمان کے مقتضیات سے بار بار آگاہ کریں، وعظ و پند کے ذریعہ انھیں ان کی زندگی کا حقیقی مشن اور انسانیت کا فرض منصبی یاد دلائیں، ضعف ایمان کے دنیوی اور اخروی خسران سے ڈرائیں۔ یہی حکمتِ عملی قرآن حکیم نے ان کے متعلق اختیار کی تھی۔ اس نے کبھی بھی ان سے لڑنے بھڑنے یا انھیں قتل کرنے یا ان سے یکسر تعلقات منقطع کر لینے کی تلقین نہیں فرمائی۔ بلکہ جب کبھی ان کو اس نے مخاطب کیا، ہر مرتبہ انھیں عذابِ آخرت کی ہولناکیوں کو یاد دلا کر متنبہ کیا کہ اس حالت سے، جو حالت نفاق ہے، نکلو اور پوری طرح شیوۂ تسلیم و رضا اختیار کرو ورنہ دوزخ کی سختیاں جھیلنے کے لیے آمادہ رہو۔ چنانچہ یہی آیت جس میں مکہ سے ہجرت نہ کرنے والے ضعفاء کا ذکر ہے، اس میں ان کے انجام کے متعلق قرآن نے صرف اتنا ہی کہہ کر خاموشی اختیار کر لی کہ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ۔ اس کے آگے اس نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن اسی جگہ اگر سچے منافقوں کا تذکرہ ہوتا تو صرف اسی وعید پر اکتفا نہ کی جاتی بلکہ مسلمانوں کو حکم دیا جاتا کہ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ (انھیں پکڑ پکڑ کر قتل کرو) جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو)۔ اور یہ جو انھیں بار بار عذاب قیامت سے ڈرایا جاتا تھا تو اس کی حکمت یہی تھی کہ جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی ہو وہ بالکلیہ کفر کی تاریکیوں سے نکل کر نور اسلام کی آغوش میں آجائیں اور ضعف

دارتیاب کی خارزار سے نکل جائیں کہ رضائے الٰہی کے دارالسلام کے واقعی مستحق بن جائیں - پس یہی حکمت عملی آج بھی مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہیے - ہاں یہ احتیاط رہے کہ مالکم من ولایتهم من شیٔ کا فرمان نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے، جو بے شمار حکمتوں اور بدانائیوں کا حامل ہے - باوجود ہر طرح کی ہمدردی اور شدت اعتناء کے یہ لوگ اس کے سزاوار ہرگز نہیں ہیں کہ انھیں حزب اللہ کا رکن سمجھا جائے اور انھیں وہی ملی اور سیاسی حقوق دیئے جائیں جو حقیقی مسلمانوں کا حصہ ہیں - نہیں، نہ تو امت کے جماعتی حقوق سے یہ لوگ مستفید ہو سکتے ہیں، نہ انھیں نظم ونسق ملی میں کسی طرح شریک وسہیم بنایا جاسکتا ہے، اور نہ اسلامی رموز ومصالح کے بارے میں ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے - اور ان میں سے کسی کو ملت کا قائد بنانے کا تو اس وقت تک تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ قومی ملی تباہی اور ہلاکت کے محضر نامہ پر دستخط نہ کردیئے جائیں -

تیسرے طبقہ کا جس کا نفاق دراصل جہالت اور ناواقفیت پر مبنی ہے، اس سے ذرا مختلف حکم ہے - اس طبقہ کے لوگ جو اسلام سے ناواقف ہونے کے باعث کافرانہ خیالات اور کافرانہ طرز زندگی رکھتے ہیں، اور اسی ناواقفیت کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں ان کو محض ان کے ناموں اور ان کی پیدائش کا لحاظ کر کے مسلمان سمجھنا غلطی ہے - یہ دراصل اسکے مستحق ہیں کہ ان کے سامنے اسلام اسی طرح پیش کیا جائے جس طرح غیر مسلموں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے - پہلے انھیں اسلام کے اصول ونظریات سے اچھی طرح باخبر کیا جائے اور واضح طور پر اسلامی صراط مستقیم اور غیر اسلامی سبیل الطاغوت کا فرق سمجھا دیا جائے پھر ان سے صاف صاف کہہ دیا جائے کہ یا تو اپنے دل و دماغ کو اسلام کے حوالے کر دو اور زندگی کی ہر منزل میں اسلام جو ہدایت دے اس پر بے چون وچرا عمل کرو، ورنہ اسلام سے علیحدگی کا کھلے طور پر اعلان کر دو اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ اپنا

رشتہ چاہے مارکس اور لینن سے جوڑو یا ہیگل اور ڈارون سے، اپنا کعبہ چاہے برلن یا ماسکو کو بناؤ یا لندن اور پیرس کا طواف کرو۔ پھر کسی مسلمان کو تم سے کوئی غرض نہ ہوگی۔ لیکن اس وضوحِ حق کے بعد بھی اگر وہ اپنی اسی دورنگی پالیسی پر چلتے رہیں، اور ایک پاؤں کشتیِ اسلام میں اور دوسرا کشتیِ کفر میں رکھ کر زندگی کا سفر طے کرنے کی کوشش کریں تو اس صورت میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ بلا کسی رو رعایت کے ان کا پاؤں پکڑ لیں اور کشتیِ اسلام سے اسکو نکال پھینکیں۔

اسی طرح اس طبقہ کے جو لوگ اسلام سے جاہل اور غیر اسلامی عقائد و اعمال کے پیرو ہونے کے باوجود محض "قومی" تعلق کی وجہ سے مسلمانوں کی دنیوی ترقی اور سیاسی حقوق اور مادّی غلبہ کے لیے جدوجہد کرنے کے لیے اٹھتے ہیں، ان سے بھی مسلمانوں کو دھوکا نہ کھانا چاہیے انکی کسی سیاسی یا عسکری یا تعلیمی تحریک سے مسلمان اپنی حقیقی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہ ملت اسلام کے قائد بننے کے اہل نہیں، بلکہ اس کے مستحق ہیں کہ پہلے ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اور جب تک یہ ایمان لاکر احکام اسلامی کے آگے سر نہ جھکا دیں، ان کو قیادت تو درکنار، ملت کی صفِ اول میں بھی کھڑا نہ ہونے دیا جائے۔

یہ ہے نفاق کی حقیقت اور یہ ہیں منافقین کی علامتیں اور ان کے احکام۔ ہر مسلمان، جو اپنے کو مسلمان رکھنا اور کہلانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے مقامی حالات اور اپنے گردو پیش کے لوگوں پر نظر ڈال کر منافقوں کو پہچانے اور ان میں تمیز کرے اور ان مطالبات قرآنی سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے۔ اس بارے میں، ملک، نسل، قوم، وطن، خاندان اور خون کے تعلقات یا وقتی مصلحتیں اسے مداہنت پر آمادہ نہ کریں۔ جو لوگ کسی مصلحت یا کسی کمزوری کی بنا پر منافقین کے ان طبقوں میں سے کسی طبقہ کے ساتھ مداہنت برتینگے وہ آخر کار خود اپنے ایمان کو خطرے میں ڈال دینگے۔